142

اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

ٹیلیفون نمبر ۹۱

شرح چندہ پیشگی
سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ بیرون ہند سالانہ

قیمت ایک آنہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۵

ایڈیٹر غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

روزنامہ

الفضل

قادیان دارالامان

خطبہ نمبر ۳۰

THE DAILY
ALFAZL QADIAN.

جلد ۲۷ | ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ | یوم جمعہ | مطابق ۳ نومبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۲۵۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کی لطیف تشریح ۔ عذابِ الٰہی کی قسمیں اور فتح مکہ کی پیشگوئی

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء

تشہد و تعوذ کے بعد حضور نے حسب ذیل آیات قرآنیہ کی تلاوت کی :-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْكُرُوْنَ وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (انفال ع۴)

اس کے بعد فرمایا :-

میں نے اپنے سندھ کے قیام کے دوران میں

ان آیتوں کے متعلق ایک خطبہ

پڑھا تھا ۔ مگر وہاں چونکہ خطبہ لکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا ۔ اس لئے وہ شائع نہ ہو سکا ۔ گو کبھی کبھی بعض دوست ایسے خطبات لکھ بھی لیتے ہیں ۔ اور چونکہ وہ ناواقف ہوتے ہیں ۔ اس لئے خلاصہ کے طور پر ہی وہ لکھ سکتے ہیں ۔ اور ان کا لکھا ہوا خطبہ جو بہت چھوٹا ہوتا ہے بعض دفعہ شائع بھی ہو جاتا ہے ۔ لیکن اس خطبہ کا چونکہ کوئی خلاصہ بھی میری نظر سے نہیں گزرا ۔ اور چونکہ اس کا مضمون ایسا ہے کہ میں سمجھتا ہوں وہ جماعت کے ان دوستوں کے لئے جو عملی زندگی میں کوئی تغیر پیدا کرنا چاہتے ہیں ۔ مفید ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح ان دوستوں کو بھی جو قرآن کریم کی تحقیق اور اس کے علوم کی دریافت میں لگے رہتے ہیں ۔ فائدہ پہونچ سکتا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مضمون کو دوبارہ خطبہ میں بیان کر دوں ۔ گو کئی مضامین اگرچہ بار بار مختلف رنگوں میں بیان ہوتے رہتے ہیں ۔ مگر تکرار کے طور پر ایک ہی مضمون کو دوبارہ بیان کرنا مجھ پر گراں گزرا کرتا ہے :-

اس خطبے کا محرک دراصل

مولوی شیر علی صاحب کا ایک خطبہ جمعہ

ہوا تھا ۔ جو انہوں نے میری بیماری کے دنوں میں پڑھا ۔ اس کا مضمون تو اور ہے مگر اس وقت میں نے جو آیتیں پڑھی ہیں ان میں سے ایک آیت میں نے اس خطبہ میں بھی دیکھی ۔ میں نے وہ سارا خطبہ نہیں پڑھا ۔

اس پر اسی نے کہا کہ چلو حضرت عمر رضؓ کے پاس ہی چلیں اور انہی سے اس کا علاج دریافت کریں چنانچہ وہ پھر آپ کے مکان پر گئے اور دستک دی مجلس اس وقت خالی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر بلایا اور کہا کس طرح آنا ہوا۔ انہوں نے کہا آج جو کچھ سلوک ہمارے ساتھ ہوا ہے وہ آپ جانتے ہی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں معذور تھا کیونکہ اس وقت جو لوگ میرے پاس آئے وہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضؓ

تھے اور میرے لئے ضروری تھا کہ میں ان کی عزت و تکریم کرتا۔ انہوں نے کہا ہم اس بات کو خوب سمجھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے اپنے لئے بہت بڑی ذلت مول لے لی مگر کیا اب کوئی ایسا طریق نہیں جس سے یہ ذلت کا داغ ہماری پیشانیوں سے مٹ سکے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا سے جو غلطی ہوئی اس کا کوئی علاج نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس کے ذمہ اہل عرب کے نسبوں کو یاد رکھنا ہوتا تھا اور وہ جانتے تھے کہ ان نوجوانوں کے باپ دادا کو کتنی بڑی عزت اور وجاہت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ اسلام کی دشمنی کے زمانہ میں بھی وہ اگر کسی مسلمان کو پناہ دے دیتے تھے تو کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس مسلمان کو دکھ پہنچا سکے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایک کر کے یہ واقعات آئے اور اس کا تصور کر کے ان پر رقت طاری ہو گئی اور بات کرنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا۔ اور غلبۂ رقت میں صرف آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور شمال کی طرف جہاں شام میں ان دنوں عیسائیوں سے لڑائی ہو رہی تھی اشارہ کر کے کہا اس کا علاج صرف وہاں ہے یعنی اب اس ذلت کا علاج ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس

جہاد میں شامل ہو کر اپنی جانیں دیدو

پھر خود بخود لوگ ان باتوں کو بھول جائیں گے۔ چنانچہ اسی وقت وہ لوگ وہاں سے اٹھے اور اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر شام کی طرف روانہ ہو گئے وہ سات نوجوان تھے جو اس ذلت کو دور کرنے کے لئے جہاد میں شامل ہوئے اور تاریخ بتاتی ہے کہ پھر ان نوجوانوں میں سے ایک نوجوان بھی زندہ مکہ کی طرف واپس نہیں آیا۔ سب اسی جنگ میں شہید ہو گئے اب دیکھو کجا تو انہیں وہ عزت حاصل تھی کہ وہ مکہ میں کھڑے ہو کر جب کہہ دیتے کہ ہم فلاں مسلمان کو پناہ دیتے ہیں تو کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچا سکے یہاں تک کہ ان کا ایک سردار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا ہے اور سوائے حضرت ابوبکر رضؓ کے اور کوئی شخص ایسا ثابت نہیں ہوتا جو ان کا زیر بار احسان نہ ہو۔ اور جو جرأت اور دلیری سے اسے روک سکے اور کجا یہ کہ ادنیٰ ادنیٰ غلام جب آتے تو ان رؤسا اور سرداران قریش کے لڑکوں سے حضرت عمر رضؓ فرماتے کہ پیچھے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ

جوتیوں میں جا پہنچے

حالانکہ ان آنے والے صحابہ رضؓ میں سے اکثر وہ تھے جنہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے روپیہ دے کر آزاد کروایا ہوا تھا۔ اور ایک کی تو والدہ کی شرمگاہ میں کفار نے نیزہ مار کر مار ڈالا تھا۔ ان ادنیٰ اور ذلیل سمجھے جانے والے لوگوں کو ایک ایک کر کے آگے بٹھایا گیا اور جب ان میں کوئی حضرت عمر رضؓ کی مجلس میں آیا تو آپ ان نوجوانوں سے فرماتے پیچھے ہٹ جاؤ پھر کوئی اور صحابی آتا تو آپ فرماتے اور زیادہ پیچھے ہٹ جاؤ پھر کوئی اور صحابی آتا تو آپ پھر فرماتے پیچھے ہٹ جاؤ یہ

عذاب تھا جو پیشگوئی کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکلے جانے کے بعد اہل مکہ پر آیا چنانچہ جب انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا اور یہ تصور کر کے خوش ہوئے کہ ہم جیت گئے تو خدا نے کہا تم نادان ہو۔ تمہاری فتح نہیں ہوئی بلکہ فتح ہمارے رسول کی ہوئی ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہمارا رسول دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہو اور اسے ہمیشہ کے لئے فتح کر لے اور یہی وہ خبر تھی۔ جو ماکان اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم میں دی گئی تھی کہ وہ عذاب جو

فتح مکہ کی صورت میں

آنا ہے وہ اہل مکہ پر اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہیں۔ اس عذاب کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ آپ کو مکہ سے نکال دیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو مکہ سے نکال دیا جس کے بعد پہلے جنگ بدر ہوئی جو فتح مکہ کی پہلی کڑی تھی اور اس کے بعد بعض اور غزوات ہوئے جو اس فتح کی دوسری کڑیاں تھیں اور آخر خدا تعالیٰ کی اس پیشگوئی کے مطابق جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر تھا اور جس کا پہلی الہامی کتابوں میں بھی ذکر پایا جاتا تھا مکہ فتح ہوا اور اسلام کے مقابلہ میں اہل مکہ کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی۔ یہ وہ عذاب ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر نہیں آسکتا تھا اور جس کا اس آیت میں کہ ماکان اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن وہ عذاب بھی ہر حال وقتی تھا مگر قرآن کریم چونکہ سارے زمانوں کے لئے ہے۔ اس لئے اس آیت کے ایک روحانی معنے بھی ہیں جس کے ماتحت مومن ہر وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دو قسم کے مومن ہوا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جو آپ کے اسوہ حسنہ کے کامل پیرو ہیں۔ تمام احکام اسلام پر عمل کرتے اور ہر بات میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی کرتے ہیں مگر ایک وہ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا نمونہ نہیں۔ ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں مگر معاً وہ استغفار کر کے اپنی حالت کو بدل لیتے اور قلب کی اصلاح کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں پس مومنوں کی یہ دو قسمیں ہیں اور انہی دونوں قسموں کا اس آیت میں ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ عذاب سے بچنے کے دو ہی طریق ہیں اول تو یہ کہ ماکان اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم جس قوم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اس پر عذاب نازل نہیں ہو سکتا

خوبصورتی کی لاثانی اور اکسیر دوا
بیوٹیزن
دونوں میں دل کو لبھانے والی مستقل خوشبو ہے
سول ایجنٹ برائے قادیان سلطان برادرز
رجسٹرڈ
کریم
کیل۔ چھائیاں۔ نہا۔ سیاہ داغ پھنسیوں اور خارش کا مکمل اور زود اثر علاج ہے۔ کیمیکل اگزامنر گورنمنٹ پنجاب کی منظور کی ہوئی ہے۔ فی شیشی پندرہ آنے ۱۵ر
سنو
جلد کی نزاکت اور چہرے کی ملاحت کو دھوپ اور ہوا کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتی ہے سائنس کے اصول سے آکسیجن بذریعہ مشینری شامل کی گئی ہے۔ فی شیشی بارہ آنے ۱۲ر
تیار کردہ کیمیکل مینوفیکچرنگ کمپنی جالندھر پنجاب
ہر شہر کے اچھے جنرل مرچنٹ کیمسٹ بیچتے ہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یعنی وہ لوگ جن کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ بیٹھیں جو تقویٰ کی باریک سے باریک راہوں کو اختیار کریں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی پوری کوشش کریں ان پر کبھی عذاب نازل نہیں ہو سکتا گویا کامل تقویٰ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہے۔ لیکن اگر کامل تقویٰ نہ ہو اور انسان سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہوں تو اس صورت میں بھی اگر تم کوشش کرتے ہو کہ تم سے غلطیاں دور ہو جائیں اور تم استغفار میں مصروف ہو جاتے ہو اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہو تو اس صورت میں بھی عذاب نازل نہیں ہو سکتا۔ پس

عذاب سے بچنے کے

دو ہی ذریعے ہیں یا تو انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے اور ایسا چلے کہ آپ کو اپنے دل میں مہمان بنا لے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر نہیں بلکہ خدا کا نام لے کر کہا ہے کہ سر سے کر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار یعنی وہ یار مجھ میں سر سے لے کر پیر تک نہاں ہے اب تم حملہ کرو گے تو وہ مجھ پر نہیں بلکہ خدا پر ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں فرماتا ہے کہ جس شخص کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ جائیں ہمارا عذاب اس پر نازل نہیں ہو سکتا۔ پس اگر تم میرے عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو تم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت اور ایسا پیارا

کرو اور آپ کے احکام پر ایسا عمل کرو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق تمہاری رگ رگ میں سرایت کر جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دل میں گھر بنا لیں۔ یہاں تک کہ تم پر حملہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ ہو جائے۔ اگر تم یہ حالت اختیار کر لو تو تم پر کبھی عذاب نازل نہیں ہو سکتا اور اگر تمہاری یہ حالت نہیں مگر تمہاری خواہش یہ ضرور ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل ظل بن جاؤ اور اگر تم سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو تم بے اختیار استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے لگ جاتے ہو اور کوشش کرتے ہو کہ وہ غلطی آئندہ تم سے سرزد نہ ہو تو اس صورت میں بھی تم پر عذاب نازل نہیں ہو سکتا کیونکہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہے ہو اور جو شخص محمد صلعم کی طرف جا رہا ہو ہماری یہ سنت ہے کہ ہم اس پر بھی عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔ یہ وہ معنے ہیں جن پر کسی طرح بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ورنہ جو معنے عام لوگ کرتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ معنے واقعات کے لحاظ سے غلط ہیں کیونکہ بعض قسم کے عذاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر آئے اور جو دوسرے معنے ہیں وہ گو درست ہیں مگر وہ اس آیت پر اس وجہ سے چسپاں نہیں ہو سکتے۔ کہ وہ عذاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں تو کیا غیر موجودگی میں بھی مکہ پر نہیں آ سکتا تھا۔

جنگ صفین نہیں بلکہ جنگ جمل

۶ راکتوبر کے الفضل میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا جو خطبہ جمعہ شائع ہوا ہے۔ اس کے صفحہ ۲ کے آخری کالم میں جنگ صفین غلط لکھا گیا ہے۔ دراصل یہ جنگ جمل کا ذکر ہے۔ احباب تصحیح فرمالیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زندہ باد قبلہ مفتی فضل الرحمٰن صاحب قادیان

آپ کی دوا نے میو ہسپتال لاہور چھڑا دیا۔ مریضان سل و دق آپ کی طرف توجہ کریں اور شفا حاصل کریں۔

ایک مریض سل

بوسکی سفید گھوڑا یہ نہایت عمدہ قمیصوں کے لئے ریشمی بوسکی ہے ولایتی ود گھوڑوں کی بوسکی کا مقابلہ کرتی ہے چلنے میں مضبوط ہے فائدے کی چیز ہے۔ تھان ۴۲ گز عرض ۲۷ قیمت ۱۰ محصول ۸ ر ۵ اور تھان کے خریدار کو محصول معاف نمونہ کا تھان ۶ گز قیمت ۳ محصولی ۸ ر۔ نوٹ :- سن گارڈ اکیلا یا سوت کا تار ثابت کرنے پر سو روپیہ انعام۔ آرڈر دیتے وقت سٹیشن کا نام لکھیں۔

سنگل سن اینڈ برادرس ۱۲ لدھیانہ

اسقاط حمل کا مجرب علاج حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے شاگرد کی دوکان سے

محافظ جنین حب اٹھرا (رجسٹرڈ) دوائی اٹھرا

جن کے حمل گر جاتے ہیں۔ یا مردہ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یا پیدا ہو کر فوت ہو جاتے ہیں۔ اکثر ان بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سبز پیلے۔ دست تے ہچکی۔ درد پسلی یا نمونیہ ام الصبیان پرچھاواں یا سوکھا۔ بدن پر پھوڑے پھنسی چھلنے۔ خون کے دھبے پڑنا۔ دیکھنے میں بچہ موٹا تازہ خوبصورت معلوم ہونا۔ بیماری کے معمولی صدمہ سے جان دیدینا۔ بعض کے ہاں اکثر لڑکیاں پیدا ہونا۔ لڑکیوں کا زندہ رہنا۔ لڑکے فوت ہو جانا۔ اس مرض کو طبیب اٹھرا اور اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس موذی مرض نے کروڑوں خاندان بے چراغ دتباہ کر دیے ہیں۔ جو ہمیشہ ننھے بچوں کے منہ دیکھنے کو ترستے رہے اور اپنی قیمتی جائیدادیں غیروں کے سپرد کر کے ہمیشہ کے لئے بے اولادی کا داغ لے گئے حکیم نظام جان اینڈ سنز شاگرد حضرت قبلہ مولوی نور الدین صاحب طبیب سرکار جموں و کشمیر نے آپ کے ارشاد سے ۱۹۱۰ء میں دواخانہ ہذا قائم کیا۔ اور اٹھرا کا مجرب علاج حب اٹھرا رجسٹرڈ کا اشتہار دیا۔ تاکہ خلق خدا فائدہ حاصل کرے اس کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت تندرست اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے اٹھرا کے مریضوں کو حب اٹھرا رجسٹرڈ کے استعمال میں دیر کرنا گناہ ہے۔ قیمت فی تولہ ۴ مکمل خوراک گیارہ تولہ یکدم منگوانے پر گیارہ روپے علاوہ محصولڈاک المشتہر۔ حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان

شکر گذاری کا اظہار

میں کئی سال سے سیلان الرحم یعنی رطوبت بہنے کے نامبارک عارضہ میں مبتلا تھی ابتدا تو کچھ خیال نہ کیا مگر جب تکلیف بڑھ گئی تو پہلے اپنے شہر کے حکیموں اور ڈاکٹروں سے علاج کرایا پھر دہلی۔ لاہور وغیرہ کئی شہروں سے اشتہاری دوائیاں منگوائیں لیکن فائدہ بالکل نہ ہوا سیلان کی شکایت روز بروز بڑھتی گئی کچھ عرصہ بعد یہ حال ہوا کہ ہر وقت سر درد و کمر درد رہنے لگی اٹھتے بیٹھتے وقت آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا۔ سیڑھیاں چڑھتی یا چند قدم چلتی تو سانس پھول جاتا اور دل بڑے زور سے دھڑکنے لگ جاتا۔ پنڈلیوں میں درد شروع ہو گیا۔ ماہواری ایام بالکل بے قاعدہ ہو گئے کبھی اندازہ سے زیادہ آجاتے اور کبھی بہت کم اور درد سے آتے مقوی غذائیں کھانے کے باوجود کمزوری بڑھتی گئی پانچ سال شادی پر گذر گئے اولاد کی امید جاتی رہی خوش قسمتی سے میرے شوہر نے ایک بہن کا شکر گذاری کا خط کسی اخبار میں پڑھ کر مبلغ دو روپے حکیم ابو الضیاء شیخوپوریہ۔ ۸۵ سرکلر روڈ لاہور کو بھیجدیئے اور میرے واسطے ۴ تولے معجون سپاری دکھنی تین روپے کے وی پی سے گھر بیٹھے منگوالی۔ اس دوائی پر ہمارے کل پانچ روپے ۴ (دو روپے دوائی کی قیمت اور سوا روپیہ محصول ڈاک) خرچ آئے۔ ناظرین خدا کو حاضر ناظر جان کر یقین کریں کہ اس خوش ذائقہ دوا کو چند یوم استعمال کرنے کے بعد میری تمام شکایات دور ہونی شروع ہو گئیں اکیس یوم کے بعد مجھ میں پوری طاقت اور چستی آگئی اور میں پھر سے جوان اور خوبصورت بن گئی اب میں ایک بچہ کی ماں ہوں والسلام

(رضیہ سلطانہ بنارس)

منظور شدہ نظارت تالیف و اشاعت

احمدیت کی پہلی کتاب باتصویر

مصنفہ ایم ۔ ایس ۔ اسلم

پہلے اشتہار پر ہی ایک سو کتاب کے آرڈر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بچوں اور عورتوں کے لئے ابتدائی کورس ہماری جماعت میں ابتک موجود نہ تھا جس میں احمدیت کے خاص عقائد بچوں کی استعداد کے مطابق دلچسپ طریقوں سے ذہن نشین کرائے جاتے۔ سو الحمد للہ احمدیت کی پہلی کتاب اس ضرورت کو احسن طریق پر پورا کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ پہلا ہی اشتہار شائع ہونے پر چاروں طرف سے آرڈر آنے شروع ہو گئے۔ خصوصاً احمدیہ مدارس کے استاد صاحبان بہت توجہ فرما رہے ہیں۔ کتاب لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے قابل دید ہے قیمت صرف ۴/ اگر سوا پانچ آنے کے ٹکٹ فی کتاب کے حساب پیشگی ارسال کر دیئے جائیں۔ تو وی۔ پی کے زائد خرچ سے بچت ہو جائیگی

مینیجر قاسمیہ کتاب ہوس ریلوے روڈ جالندھر شہر

ایک نئی سروس

ٹیلیفون نمبر ۲۸۱۷

باشی لاہور کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ اگر وہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کے پارسل جو لاہور سٹیشن تک پہنچتے ہیں۔ ان کی جائے رہائش پر وہ تقسیم ہوں۔ تو انہیں ٹیلیفون ۲۸۱۷ کو بلانا چاہیئے۔ اور متوقع پارسل کی تفصیلات دینی چاہئیں۔ ان کی درخواست رجسٹر کر لی جائے گی اور پارسل جلد سے جلد سٹریٹ ڈیلیوری سکیم کے ذریعہ ان تک پہنچا دیا جائے گا۔

اس سروس کے لئے زائد اجرت دو آنے فی پارسل ہے۔ اور یہ حقیر سی رقم اس تمام تکلیف اور نرخ سے جو ریلوے پارسلز آفس سے لینے میں برداشت کرنا پڑتا ہے بچاتی ہے۔

چیف کمرشل منیجر این۔ ڈبلیو ۔ ریلوے لاہور

پرانے گرم کوٹ و کمبل

ہر سال ہندوستان بھر میں سب سے زیادہ ہمارا مال کھپت ہوتا ہے۔ ہمارے ہزاروں مستقل خریدار ہر سال نفع سے مالا مال ہوتے ہیں کیونکہ ہم بہترین کوالٹی کا مال کم سے کم نرخوں پر سپلائی کرنے کی گارنٹی کرتے ہیں ہر قسم کے کوٹ واسکوٹ چیسٹر اور کمبل جو دوسری جگہ ہمارے نرخوں سے ڈبل قیمت پر بھی نہیں ملسکتے آج ہی ۱۹۳۹ء کا نرخنامہ منگا کر آزمائشی آرڈر دیویں۔

مینیجر رمیش راج اینڈ کمپنی سوداگران کوٹ کراچی

ہومیوپیتھک علاج میں قوت شفا زیادہ ہے

یہی وجہ ہے۔ کہ تمام امراض بسہولت جلد شفا پاتے ہیں۔ کم خرچ زود اثر۔ مقبول عام ہے جہاں دوسرے علاج ناکامیاب رہتے ہیں۔ وہاں ہومیوپیتھک علاج کامیاب ہوتا ہے۔ تجربہ کریں۔ شافی خدا ہے۔ اس علاج میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق خدا کے لئے بے انتہا فوائد رکھے ہیں۔ قلیل دوا زیادہ فائدہ۔ روپوں کا کام پیسوں سالوں کا کام دنوں اور گھنٹوں میں انہی دواؤں سے ہوتا ہے۔ سینکڑوں ڈاکٹروں کی مجرب ہزاروں بار ہزاروں مریضوں پر تجربہ شدہ کھانے میں مزیدار بے ضرر بیماری کو جڑ سے کھونے والی چیر پھاڑ کی تکلیف سے بچانے والی مایوس العلاج بفضل خدا صحت یاب ہوئے ہیں۔ آپ بھی استعمال کرائیں۔ تو انشاء اللہ سریع التاثیر پائیں گے۔ کوئی تکلیف ہو۔ کیسا ہی مرض ہو۔ پوری کیفیت لکھ کر دوا حاصل کیجئے۔ امراض مخصوصہ مردان کے لئے بہترین ادویات موجود ہیں۔ مستورات اور بچوں پر یہ علاج خاص اثر کرتا ہے۔ دیرینہ پیچیدہ و گندہ امراض کے زہر کو جلد زائل کر کے تندرست کرتا ہے۔ خونی و بادی بواسیر دمہ گنٹھ مالا۔ ناسور گنٹھیا۔ پرسوت۔ باؤ گولہ۔ یرقان۔ تلی۔ سیلان الرحم۔ مرگی۔ ذیابیطس۔ سفید داغ۔ فیل پا۔ سوکھا۔ جریان کے لئے خاص مجرب ادویات موجود ہیں۔ مقویات بہت فائدہ مند ہیں۔ روز افزوں ترقی اس علاج کو ہے۔ کفایت شعاری کو مدنظر رکھتے ہوئے توجہ کریں۔

ڈاکٹر ایم۔ ایچ۔ احمدی معرفت الفضل قادیان

معجون عنبری

یہ دوا دنیا بھر میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ ولایت تک اس کے مداح موجود ہیں۔ دماغی کمزوری کے لئے اکسیر صفت ہے۔ جوان بوڑھے سب کھا سکتے ہیں۔ اس دوا کے مقابلہ میں سینکڑوں قیمتی سے قیمتی ادویات اور کشتہ جات بیکار ہیں۔ اس سے بھوک اس قدر لگتی ہے کہ تین تین سیر دودھ اور پاؤ پاؤ بھر گھی ہضم کر سکتے ہیں۔ اس قدر مقوی دماغ ہے۔ کہ بچپنے کی باتیں خودبخود یاد آنے لگتی ہیں۔ اس کو مثل آب حیات کے تصور فرمایئے۔ اس کے استعمال کرنے سے پہلے اپنا وزن کیجئے۔ بعد استعمال پھر وزن کیجئے۔ ایک شیشی چھ سات سیر خون آپ کے جسم میں اضافہ کر دے گی۔ اس کے استعمال سے اٹھارہ گھنٹہ تک کام کرنے سے مطلق تھکن نہ ہوگی۔ یہ دوا رخساروں کو مثل گلاب کے پھول اور مثل کندن کے درخشاں بنا دے گی یہ نئی دوا نہیں ہے۔ ہزاروں مایوس العلاج اس کے استعمال سے بامراد بن کر مثل ہندرہ سالہ نوجوان کے بن گئے۔ یہ نہایت مقوی مبہی ہے۔ اس کی صفت تحریر میں نہیں آسکتی تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ اس سے بہتر مقوی دوا آج تک دنیا میں ایجاد نہیں ہوئی۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عہ)

نوٹ:۔ فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس فہرست دواخانہ مفت منگوایئے جھوٹا اشتہار دینا حرام ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ مولوی حکیم ثابت علی محمود نگر ۵ لکھنؤ۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی۔

مدینۃ المسیح

قادیان یکم نومبر ۳۹ء۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق سوا آٹھ بجے شب کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور کی طبیعت اچھی ہے البتہ ضعف ہے۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بھی خدا کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمدللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صرف سرسری طور پر میں نے اس پر نگاہ ڈالی تو ایک آیت میرے سامنے آگئی۔ جس پر مجھے خیال آیا کہ

بعض سوالات

ایسے ہیں جو اس آیت کے متعلق عام طور پر دلوں پر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ان کے حل کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

وہ آیت جو ضمنی طور پر ان کے خطبہ میں آگئی تھی۔ اور جس سے مجھے اس مضمون کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے یہ ہے کہ ماکان اللہ لیعذبھم کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے یہ شایاں نہیں ہے۔ کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے۔ وانت فیھم در آنحالیکہ تو ان میں موجود ہو وماکان اللہ معذبھم اسی طرح خدا یہ نہیں کرسکتا۔ کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے۔ وھم یستغفرون اور وہ استغفار کر رہے ہوں۔ اس آیت میں

استغفار کا حصہ

تو بالکل واضح ہے۔ کہ جو قومیں سچے دل سے استغفار کرتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر نازل نہیں ہوتا۔ مگر یہ جو پہلا حصہ ہے کہ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم کہ خدا ان پر عذاب نازل نہیں کرسکتا۔ اس حالت میں کہ تو ان میں موجود ہو۔ یہ حصہ بہت حد تک

قابلِ غور اور لائق توجہ

ہے۔ یہ تو سارے ہی تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جب تک کوئی نبی زندہ رہے۔ اس کی قوم پر عذاب نازل نہیں ہوتا مگر عام طور پر اس کے یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ جب نبی کسی جگہ موجود ہو۔ تو اس جگہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوا کرتا۔ لیکن اگر ہم گہری نظر سے

انبیاء کی تاریخ کا مطالعہ

کریں۔ تو یہ بات ہمیں درست معلوم نہیں ہوتی۔ انبیاء کی زندگی کی اور تاریخوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر ہم تاریخ کا وہی حصہ لیں جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ تو اس سے ہی متعدد مثالیں اس امر کی مل سکتی ہیں۔ کہ

انبیاء کی زندگی بلکہ انکی موجودگی میں قوموں پر عذاب نازل ہوئے

چنانچہ سب سے پہلے ہم حضرت موسےٰ علیہ السلام کو لیتے ہیں۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی بالکل ابتدائی آیتوں یعنی سورۃ بقرہ میں ہی فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے

بچھڑے کی پوجا

کی جس پر انہیں حکم دیا گیا۔ کہ اقتلوا انفسکم یعنی اگر تم بچنا چاہتے ہو۔ تو اپنے نفسوں کو قتل کرو۔ اور بائیبل کہتی ہے کہ اس وقت ہزارہا آدمی مارے گئے اب یہ ایک عذاب تھا جو اس قوم پر آیا۔ مگر یہ عذاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہی آیا۔ وہ قوم حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ کہ درمیان میں ہی یہ واقعہ ہوگیا یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام جب پہاڑ پر گئے۔ تو ان کی قوم نے بعد میں بچھڑے کی پرستش شروع کردی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی آپ کو الہاماً خبر دی جس پر آپ پہاڑ سے واپس تشریف لائے۔ اور پھر ان کی قوم کو یہ سزا ملی جس سے بقول بائیبل ہزاروں آدمی ہلاک ہوگئے۔ دوسرا عذاب جس کا قرآن کریم سے ثبوت ملتا ہے اس وقت اترا جب ان پر من وسلویٰ نازل ہوا۔ یہ بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی زندگی کا ہی واقعہ ہے۔ من وسلویٰ کے نزول کے بعد جب انہوں نے

بے صبری کا اظہار

کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت اور مسکنت کا عذاب نازل کیا۔

اسی طرح قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو ایک دفعہ بنی اسرائیل نے مخاطب کرکے کہا۔ کہ اے موسےٰ جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں۔ تیری کوئی بات نہیں مان سکتے۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ان پر عذاب نازل کیا۔ یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہوا۔ اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔ کہ جاؤ اس موعود ملک میں داخل ہوجاؤ۔ جس کے ملنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور انہوں نے کہدیا کہ اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ جا تُو اور تیرا رب دشمنوں سے لڑتے پھریں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اس وقت بھی ان پر عذاب نازل ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو چالیس سال تک اس عذاب میں مبتلا رکھا چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

یتیھون فی الارض

وہ چالیس سال تک زمین میں آوارہ پھرتے رہے۔ اور انہیں اپنے لئے کوئی ٹھکانہ نظر نہیں آتا تھا۔ یہ عذاب بھی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع ہوگیا تھا۔ گو اس دوران میں ہی آپ وفات پا گئے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعدد واقعات سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام ایک قوم میں موجود تھے۔ پھر بھی اس قوم پر عذاب نازل ہوا۔ بلکہ اس جگہ بھی لوگوں پر عذاب نازل ہوا جس جگہ آپ موجود تھے۔ اس کے بعد ہم

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی

کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے۔ کہ آپ کی زندگی اور آپ کی موجودگی میں دشمنوں پر عذاب نازل ہوا۔ آپ نے بعض کے متعلق بددعائیں کیں۔ اور وہ مکہ میں ہی عذاب میں مبتلا ہوکر مر گئے۔ اور پھر آپ کی بددعا سے ایک دفعہ

مکہ میں قحط

پڑا۔ جو آپ کی زندگی اور آپ کی موجودگی میں آیا بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جس عذاب کا ان آیتوں میں ذکر ہے وہ بھی کفار مکہ پر آپ کی موجودگی میں ہی آیا۔ اور شائد اس وقت آپ صرف چند گز کے فاصلہ پر ہی کھڑے ہونگے یعنی یہ جو آیت ہے کہ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وماکان اللہ معذبھم وھم یستغفرون اس سے پہلی آیت ہے واذ قالوا اللّٰھم ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء کہ جب ان لوگوں نے کہا خدایا اگر یہ تعلیم سچی ہے۔ اور تیری طرف سے ہی ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا او ائتنا بعذاب الیم۔ یا اور کسی قسم کا دکھ والا عذاب ہمیں دے اور جیسا کہ صحیح حدیثوں اور تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے یہ دعا ابوجہل نے

بدر کے میدان میں کھڑے ہو کر

کی تھی۔ اور بدر کے میدان میں ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ان پر یہ حجارہ نازل ہوئے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں دعا کی تحریک کردی۔ اور آپ نے دعا کرنے کے بعد کنکروں کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمنوں کی طرف پھینک دی اس مٹھی کا پھینکنا تھا

143

کہ ایک تیز آندھی مسلمانوں کی پشت کی طرف سے چل پڑی۔ اور اس کے ساتھ

ریت اور کنکروں کا ایک طوفان

اٹھا۔ جس نے کفار کی آنکھوں میں پڑ کر ان کی نظر کو کمزور کر دیا۔ کیونکہ ہوا اُدھر سے آ رہی تھی۔ جدھر مسلمانوں کا لشکر تھا۔ اور اس طرف جا رہی تھی۔ جس طرف کفار کا لشکر تھا۔ پھر اس ہوا کی مخالفت کی وجہ سے ہی کفار کے تیر بھی مسلمانوں تک پہونچنے سے رُک گئے۔ کیونکہ وُہ جو تیر پھینکتے تھے۔ میدان کے درمیان میں ہی بے کار اور بے ضرر ہو کر گر جاتے تھے۔ مگر مسلمان جو تیر پھینکتے تھے۔ وُہ کئی گنا زیادہ تیزی کے ساتھ کفار کے سینہ میں پیوست ہو جاتے تھے۔

پس اس عذاب کی وجہ سے کفار کے حملے ناکام رہے۔ مگر مسلمانوں کا ہر حملہ کامیاب ہُوا۔ کیونکہ ہوا مسلمانوں کی پیٹھ کی طرف سے آ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں کھلی تھیں۔ مگر کفار اپنی آنکھیں آسانی سے کھول نہیں سکتے تھے کیونکہ ہوا ان کی طرف زور سے جا رہی تھی۔ اور اگر کھولتے تھے۔ تو خاک اور کنکر ان کی آنکھوں میں گھس جاتے۔ اور ان کی نظر کو بے کار کر دیتے تھے۔ اسی طرح تلوار کے ذریعہ کفار پر جو عذاب آیا۔ اور

بڑے بڑے صنادید مارے گئے

یہ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ہی آیا۔ اور ایسی حالت میں آیا۔ جبکہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان چند گزوں کا ہی فاصلہ تھا۔ بلکہ جب لڑائی شروع ہُوئی۔ اس وقت گزوں کا فاصلہ کا سوال بھی کوئی نہ رہا مسلمان اگر کافروں کے لشکر میں گھسے ہُوئے تھے۔ تو کافر مسلمانوں کے لشکر میں۔ پس ابوجہل کی اس دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو عذاب نازل ہوا۔ وُہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آیا۔ اور ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ اسی کا ذکر کرتے ہُوئے کفار سے فرماتا ہے۔ کہ جو کچھ تم نے دعا مانگی تھی جب وُہ پوری ہو گئی۔ اور

اسلام کی صداقت

کا تم نے اس رنگ میں مشاہدہ کر لیا۔ تو اب تم پر حجت تمام ہو گئی۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ تم میں سے جو لوگ بچ رہے ہیں۔ وُہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ ابوجہل نے جو یہ دُعا کی۔ یہ دراصل خدا تعالےٰ سے آخری اپیل تھی۔ اس میں اس نے خدا تعالےٰ سے بڑے جوش سے استدعا کی۔ کہ اگر اسلام سچا ہے۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم واقعی خدا تعالےٰ کے رسول ہیں۔ تو ہم پر پتھر برسیں۔ یا کوئی اور عذاب الیم نازل ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی اس دُعا کے نتیجہ میں یہ نشانِ صداقت ظاہر کر دیا۔ کہ وہ اور اس کے ساتھی تباہ و برباد ہو گئے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھی کامیاب و کامران ہوئے بلکہ اُس نے تو کہا تھا۔ کہ خدایا یا ہم پر پتھر نازل کر۔ یا کوئی دردناک عذاب نازل کر۔ مگر اللہ تعالےٰ نے

ایک عذاب کی بجائے ان پر دونوں عذاب نازل کر دیئے

اور کہا۔ کہ تم ایک نشان کے ذریعہ ہمارے رسُول کی صداقت معلوم کرنا چاہتے ہو۔ ہم تمہارے مونہہ مانگے دونوں نشانوں کے ذریعہ اس کی صداقت ظاہر کرتے ہیں چنانچہ پہلے ابوجہل پر خصوصاً۔ اور دوسرے کفار پر عموماً پتھر نازل ہوئے اور پھر عذاب الیم نازل ہوا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ مکہ کے لوگ مدینہ کے لوگوں کو قومی طور پر نہایت حقیر اور ذلیل سمجھا کرتے تھے۔ کیونکہ مکہ والے لڑائی کے فن میں ماہر تھے اور

مدینہ کے لوگ محض زراعت پیشہ تھے

جن کا کام یہ تھا۔ کہ وُہ ترکاریاں بوتے باغات لگاتے۔ اور کھیتوں میں کام کر کے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے۔ پس چونکہ وُہ لڑائی بھڑائی میں ماہر نہیں تھے۔ اس لئے مکہ کے لوگ انہیں بہت ہی ادنےٰ اور ذلیل سمجھتے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے جب ان پر عذاب الیم نازل کرنا چاہا۔ تو اس نے ان ادنےٰ اور ذلیل سمجھے جانے والے لوگوں میں سے بھی پندرہ پندرہ سال کے دو نوجوانوں کو جو خود اپنی قوم میں بھی ادنےٰ اور کمزور تھے چُنا۔ اور ان کے ہاتھوں ابوجہل کو زخمی کرایا۔ ان دو نوجوانوں میں سے ایک کو تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لئے لے لیا۔ کہ وہ لمبے قد کا مضبوط نوجوان تھا۔ اور دوسرے کو اس لئے کہ وُہ رونے لگ گیا تھا۔ اور اس نے اصرار کیا۔ کہ میں ضرور ساتھ جاؤں گا۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی ساتھ لے لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف

فرماتے ہیں۔ کہ بدر کے میدان میں جب کفار اور مسلمانوں کے لشکروں کی صفیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑی ہوئیں۔ تو میں نے اس خیال سے کہ آج ایک بہت بڑی جنگ درپیش ہے دیکھوں تو سہی۔ میرے دائیں بائیں کون ہیں مونہہ موڑ کر جو دیکھا۔ تو مجھے نظر آیا۔ کہ میرے ایک طرف بھی ایک پندرہ سال کا چھوکرا ہے۔ اور دوسری طرف بھی پندرہ سال کا ایک چھوکرا میں نے اپنے دل میں کہا۔ افسوس! آج میرا دن خراب ہو گیا۔ کیونکہ ایسی صورت میں جبکہ میرے دائیں بائیں مضبوط سپاہی نہیں ہیں میں دلیری سے دُشمن کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ

میری پیٹھ بچانے والا کوئی نہیں

جنگ کے موقعہ پر ہمیشہ قابل اور تجربہ کار سپاہی یہ خیال رکھا کرتے ہیں۔ کہ ان کے دائیں بائیں اچھے سپاہی ہوں تاکہ جب وُہ دُشمن کی صفوں میں گھس جائیں تو ان کی پیٹھ کی دُشمن کے حملہ سے حفاظت ہو سکے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی اسی خیال سے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ اور جب انہیں نظر آیا۔ کہ ان کے دائیں بائیں کوئی مضبوط سپاہی نہیں بلکہ دو پندرہ پندرہ سال کے ناتجربہ کار لڑکے ہیں۔ تو ان کا دِل بیٹھ گیا۔ اور انہوں نے کہا۔ افسوس آج میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ میرا دایاں اور بایاں پہلو مضبوط نہیں۔ وُہ کہتے ہیں۔ یہ خیال ابھی میرے دل میں آیا ہی تھا کہ دائیں طرف سے میرے پہلو میں ایک کہنی لگی۔ میں نے مڑ کر دائیں طرف کے لڑکے کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ تم کیا کہتے ہو۔ وُہ نہایت آہستگی سے تاکہ اس کا دوسرا ساتھی سُن نہ لے۔ کہنے لگا۔ چچا وُہ ابوجہل کونسا ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بڑے دکھ دیا کرتا ہے۔ آج میں نے نیت کی ہُوئی ہے۔ کہ اسے قتل کرونگا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں اس کا یہ فقرہ سُنکر میں حیران رہ گیا۔ اور حیرت زدہ ہو کر اس کا مونہہ دیکھنے لگ گیا۔ مگر ابھی میری اس حیرت کا اثر دُور نہیں ہوا تھا۔ کہ مجھے بائیں طرف سے کہنی لگی۔ وُہ کہنی اس لئے مارتے تھے۔ تا ایک کی بات دوسرا ساتھی نہ سُن سکے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں۔ میں نے اپنا مونہہ دوسری طرف پھیرا۔ اور پوچھا۔ کیا بات ہے۔ اس پر اس طرف جو لڑکا کھڑا تھا۔ اس نے آہستگی سے میرے کان میں کہا چچا وُہ ابوجہل کونسا ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ دیا کرتا ہے۔ میری بڑی خواہش ہے کہ میں اس کو قتل کروں وُہ کہتے ہیں میں ان دونوں کی یہ بات سُنکر حیران رہ گیا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ میں ان کے متعلق کیا خیال کر رہا تھا اور یہ کس نیت اور کس ارادے کے ماتحت یہاں آئے ہوئے ہیں میں تو یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ یہ میری پیٹھ بھی نہیں بچا سکیں گے۔ اور ان کی نیت وُہ ہے جس کا میں بھی اپنے دل میں خیال نہیں لا سکتا۔ کیونکہ ابوجہل کمانڈر انچیف تھا اور وُہ

قلبِ لشکر میں ساز و سامان سے مسلّح سپاہیوں کے پہرہ میں

کھڑا تھا۔ اور اس تک پہونچنا نہایت ہی دُشوار تھا۔ بہر حال وُہ کہتے ہیں میں نے خاموشی اور حیرت کے ساتھ اپنی انگلی اٹھائی۔ اور کہا وُہ جس کے سامنے دو نہایت تنومند اور مضبوط نوجوان ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے ہیں۔ وُہ ابوجہل ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ فقرہ میری زبان سے نکلا ہی تھا کہ جس طرح باز چڑیا پر حملہ کرتا ہے اسی طرح وہ دونوں نوجوان تلواریں کھینچ کر آگے بڑھے۔ اور آناً فاناً دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں ابوجہل کھڑا تھا اور جاتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ کفار اس اچانک حملہ سے کچھ گھبرا سے گئے۔ اور وہ پوری طرح مقابلہ نہ کر سکے مگر عکرمہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے۔ انہوں نے ایک نوجوان پر تلوار سے وار کیا۔ جس سے اس کا آدھا ہاتھ کٹ کر لٹک گیا۔ اس نے فوراً ہاتھ کے اس ٹکڑہ کو توڑ کر پرے پھینک دیا اور آگے بڑھ کر دونوں نے ابوجہل کو زخمی کر کے زمین پر گرا دیا۔ مگر اس کی موت ابھی نہیں آئی تھی یہ دونوں اسے سخت زخمی کر کے واپس آگئے۔ جب کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو مہاجر تھے اور کفار سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے میدان جنگ کا یہ دیکھنے کے لئے چکر کاٹا۔ کہ آج کفار پر کیا بنی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں مردوں اور زخمیوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ کہ ایک جگہ میں نے دیکھا ابوجہل زخموں کی شدت کی وجہ سے کراہ رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا سناؤ کیا حال ہے۔ وہ کہنے لگا سب نے مرنا ہے، میں بھی اب مر رہا ہوں۔ مگر

مجھے بڑا دکھ یہ ہے کہ مدینہ کے دو چھوکروں نے مجھے مارا

یہ وہی اوائتنا بعذاب الیم کی دعا کا ظہور تھا کہ مرتے وقت اس نے کہا کہ مجھے بڑا دکھ یہ ہے۔ کہ مدینہ کے دو چھوکروں نے مجھے مارا اگر مکہ کے اچھے خاندان کا کوئی مشہور سپاہی مجھے مارتا تو ایسا دکھ نہ ہوتا خیر عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا اچھا اب بتاؤ۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خواہش تو نہیں؟ وہ کہنے لگا مجھے اس وقت سخت تکلیف ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ تم مجھے قتل کر دو مگر دیکھنا میری گردن ذرا لمبی کاٹنا کیونکہ تم جانتے ہو میں مکہ کا سردار ہوں اور سردار کی گردن ہمیشہ لمبی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں نے اسے کہا۔ اب یہ تیری

آخری حسرت

بھی پوری نہیں ہو گی۔ اور میں تیری گردن سر کے قریب سے کاٹوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی گردن سر کے قریب سے کاٹی۔ اب دیکھو ابوجہل نے جو عذاب مانگا تھا وہ ابوجہل اور اس کی قوم دونوں پر نازل ہوا۔ اور نہ صرف ایک بلکہ دونوں عذاب نازل ہوئے۔ مگر یہ عذاب جب نازل ہوا اس وقت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں موجود تھے۔ بلکہ اس جگہ موجود تھے جہاں یہ عذاب اترا۔ اور اس گروہ کے قریب کھڑے تھے جو اس عذاب کا نشانہ بنا پھر

ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم

کے یہ معنی کس طرح ہو سکتے ہیں کہ جب نبی کسی جگہ موجود ہو تو وہاں عذاب نازل نہیں ہوا کرتا۔ فیھم سے مراد آخر جسمانی قرب ہی ہو سکتا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یہاں فیھم سے مراد روحانی قرب لیا جائے۔ غرض اس فیھم سے مراد بہر حال جسمانی قرب ہے۔ اور میں جیسا کہ بتا چکا ہوں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

جسمانی قرب کے باوجود کفار پر عذاب آیا

اور عذاب بھی وہ آیا جو آیت زیر بحث کے ساتھ ہی ہے۔

پھر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہاں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے، کہ آپ کے زمانہ میں بلکہ آپ کے سامنے ایسے عذاب آئے جو قومی تھے۔ مثلاً جب زلزلہ آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے

قادیان میں بھی زلزلہ آیا

اسی طرح جب طاعون آئی تو قادیان میں بھی آئی۔ گو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی تھی۔ ایسی طاعون یہاں نہیں آئی۔ جو گھروں کو برباد کر دینے والی اور گاؤں کو اجاڑ دینے والی ہو۔ مگر بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یہاں طاعون آئی۔ اور یہ ایک عذاب تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر نازل ہوا۔ ان حالات میں ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم کے یہ معنی تو نہ ہوئے کہ جب نبی کسی قوم میں موجود ہو، تو اس پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں موجود تھے جبکہ اس پر عذاب نازل ہوا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قوم میں موجود تھے جبکہ اس پر عذاب نازل ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی قوم میں موجود تھے جبکہ اس پر عذاب نازل ہوا جیسے میں نے بتایا ہے کہ قادیان میں زلزلہ بھی آیا۔ اور طاعون بھی آئی۔ اور یہ دونوں عذاب تھے۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کئی پیشگوئیاں تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض عذاب نازل ہوئے ہیں۔ مگر یہ

دو موٹی مثالیں

ہیں جن سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کی موجودگی میں عذاب نازل ہوئے اور اس مقام میں نازل ہوئے جس میں آپ موجود تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اس آیت کے یہ معنی تو نہیں کئے جا سکتے کہ جب نبی کسی قوم میں موجود ہو تو اس پر کسی قسم کا عذاب نہیں آ سکتا۔ پس لازماً اس کے کوئی اور معنی تلاش کرنے ہوں گے اور کوئی ایسے معنی کرنے پڑیں گے جن کے رو سے ہم یہ سمجھیں کہ بعض قسم کے عذاب نبی کی موجودگی میں آ سکتے ہیں۔ اور بعض قسم کے عذاب نبی کی موجودگی میں نہیں آ سکتے۔ گویا ہمیں

عذاب کی تقسیم

کرنی پڑے گی۔ اس امر کو سامنے رکھ کر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عذاب شخصی ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی دشمن شرارت میں بڑھ جاتا ہے تو وہ ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے عذاب نبیوں کی موجودگی میں اور ان کے سامنے اکثر آتے رہتے ہیں۔ اور اس کا کوئی تعلق نبی کی موجودگی یا غیر موجودگی سے نہیں ہوتا۔ ایک فرد کے ساتھ یہ عذاب مخصوص ہوتا ہے۔ اور اس کے عذاب میں مبتلا ہونے سے نبی پر حرف نہیں آتا۔ بلکہ اس کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ لیکن اس شخصی عذاب کے علاوہ ایک قومی عذاب ہوا کرتا ہے۔ اس قومی عذاب میں سے بھی ایک قسم کا عذاب نبی کی موجودگی میں آ سکتا ہے مگر ایک قسم کا نہیں آ سکتا۔ مثلاً ایسا عذاب جس میں

ساری قوم کی تباہی

مقصود نہ ہو۔ وہ نبی کی موجودگی میں بھی آ جاتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طاعون کی خبر دی۔ اب یہ ایک قومی عذاب ہے جس کا خطرہ ہر شخص کو ہوتا ہے۔ یا زلزلہ ہے یہ بھی ایک قومی عذاب ہے۔ اس میں بھی ہر شخص کو یہ خطرہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں میرا مکان نہ گر جائے۔ لیکن زلزلہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کے آنے پر تمام لوگ مر جائیں۔ یا طاعون کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اگر وہ کہیں پھوٹے تو ایک متنفس کو بھی جیتا نہ چھوڑے۔ بڑی بڑی تباہیاں آتی ہیں جن سے سینکڑوں لوگ مر جاتے ہیں مگر ہزاروں بچ بھی جاتے ہیں۔ تم کبھی یہ نہیں دیکھو گے کہ کہیں طاعون پڑے۔ اور تم لوگوں کو تعجب سے یہ کہتے سنو کہ فلاں جگہ طاعون پڑی اور اتنے لوگ بچ گئے۔ بلکہ تم اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے دیکھو گے کہ فلاں جگہ طاعون پڑی اور آدھے لوگ مر گئے۔ گویا مرنے والوں پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔

بچنے والوں پر تعجب کا اظہار نہیں کیا جاتا

کیونکہ یہ ایک عام بات ہے۔ کہ تمام لوگ کبھی نہیں مرتے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کچھ نہ کچھ حصہ ضرور بچ جاتا ہے۔ ساری بستی کے لوگ مرتے۔ آجتک کبھی نہیں دیکھے گئے۔ یہ تو ہوسکتا ہے۔ کہ بعض بستیاں بالکل اُجڑ جائیں۔ مگر وہ اس لئے نہیں اجڑتیں۔ کہ اس میں رہنے والے تمام لوگ مرجاتے ہیں۔ بلکہ اس لئے اُجڑتی ہیں۔ کہ پچاس یا ساٹھ یا سَو مرجاتے ہیں۔ اور باقی ڈر کے مارے اِدھر اُدھر بھاگ جاتے ہیں۔ بٹالہ کے قریب ہی دو تین میل اِدھر ایک گاؤں تھا۔ جو طاعون کے حملہ سے بالکل اجڑ گیا۔ گو اب پھر آباد ہوگیا ہے۔ مگر اس گاؤں میں بھی یہ نہیں ہوا تھا۔ کہ ہر شخص مرگیا ہو۔ بلکہ بہت سے مرگئے تھے۔ اور بہت سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر یہ کہ کسی گاؤں کے سارے لوگ مر گئے ہوں۔ اس قسم کی کوئی مثال کم از کم میرے ذہن میں کوئی نہیں۔ اور اگر کہیں ایسا ہوا بھی ہوگا تو شاذ و نادر کے طور پر ہوا ہوگا۔

یہی حال زلزلہ کا ہے۔ اکثر زلزلے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو ساروں کی تباہی کا موجب نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ مرتے ہیں۔ تو کچھ بچ بھی جاتے ہیں

کوئٹہ کا زلزلہ

نہایت ہی شدید تھا۔ مگر پھر بھی کچھ لوگ بچ گئے۔ بہار کا زلزلہ نہایت خطرناک تھا۔ مگر اس زلزلہ میں بھی بعض لوگ محفوظ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی جو زلزلہ آیا اس سے بیس ہزار آدمی صرف کانگڑہ میں ہلاک ہوئے تھے۔ اور بعض قصبات میں ستر فیصدی تک لوگ ہلاک ہوگئے مگر تیس فیصدی پھر بھی بچ گئے ۔

پس اس قسم کے عذاب انبیاء کی موجودگی میں بلکہ ان کے سامنے بھی آسکتے ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ یہ فرق نہیں کرتا۔ کہ نبی موجود ہے۔ یا نہیں۔ ہاں نبیوں اور ان کی جماعت کو

دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ

رکھتا ہے جیسے زلزلہ آیا۔ تو خدا تعالےٰ نے قادیان کو اس کے نتیجہ سے بہت حد تک محفوظ رکھا۔ لیکن لاہور۔ اور امرتسر میں بڑی موتیں ہوئیں۔ سینکڑوں عمارتیں گر گئیں۔ اور سینکڑوں لوگ مرگئے۔ مگر قادیان کو خدا تعالےٰ نے اس قسم کی تباہی سے محفوظ رکھا۔ تو آگے پیچھے زلزلے آئے۔ اردگرد زلزلے آئے۔ حتیٰ کہ قادیان میں بھی زلزلہ آیا مگر بہت حد تک یہ مقام محفوظ رہا۔ اسی طرح طاعون کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا۔ کہ قادیان اس کے حملہ سے بالکل محفوظ رہے گا۔ بلکہ یہ تھا کہ بہت حد تک اس کے حملہ سے احمدی محفوظ رہیں گے۔ اور بہت حد تک اس کے حملہ سے قادیان بچا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اردگرد کے دیہات میں طاعون سے بڑی موتیں ہوئیں۔ کسی گاؤں کے چالیس لوگ مرگئے۔ کسی کے پچاس فیصدی کہ میں نے بتایا ہے۔ ایک گاؤں بالکل اجڑ گیا۔ لیکن قادیان میں اس کا ایسا حملہ نہیں ہوا۔ کہ ایک شور مچ جائے۔ اور لوگ گھبرا کر بھاگنے لگ جائیں۔ زیادہ سے زیادہ یہاں

ایک یا دو فیصدی موتیں

ہوئیں ۔

اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار پر تلوار کے ذریعہ جو عذاب آیا۔ اس میں کچھ مسلمان بھی مارے گئے۔ فرق یہ تھا۔ کہ کفار کی تباہی بہت زیادہ ہوئی۔ اور مسلمانوں کی تباہی بہت کم۔ پھر کفار کو تو شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کو خدا تعالےٰ نے مال دیا۔ عزت دی۔ اور بالآخر فتح و کامرانی کے ساتھ وہ گھروں کو واپس لوٹے پس کفار کو تو نقصان ہی نقصان ہوا اور مسلمانوں کو نفع زیادہ ہوا۔ گو کسی قدر نقصان بھی ہوا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایسی صورت میں انبیاء کی جماعتوں کو جو تکلیف پہونچا کرتی ہے۔ وہ عذاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ عذاب تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہاں اگر پانچ سات مسلمان مارے بھی گئے۔ تو اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ پس پانچ سات آدمیوں کا مارے جانا نقصان کا نہیں۔ بلکہ کامیابی کا موجب ہوا۔ کیونکہ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اور انہیں

کفار پر غلبہ واقتدار حاصل ہوگیا

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طاعون پڑی اور بعض احمدی بھی طاعون سے فوت ہوئے قادیان میں بھی ایک دو احمدی طاعون سے شہید ہوئے۔ گو بعض لوگ شبہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان کو طاعون نہیں۔ کوئی اور مرض تھا۔ لیکن بہرحال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ وہ طاعون سے فوت ہوئے۔ تو بھی احمدیوں میں سے تو صرف چند لوگ فوت ہوئے مگر اس کے مقابلہ میں قادیان میں تین چار سال کے عرصہ میں سینکڑوں آدمی دوسروں کے مرے۔ باہر بھی اسی طرح ہوا۔ کہ احمدی تو بہت قلیل تعداد میں فوت ہوئے۔ مگر دوسرے لوگوں میں

اموات کی تعداد لاکھوں تک

پہونچ گئی ۔

پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ آٹھ دس سال کے عرصہ میں اگر سو ڈیڑھ سو احمدی طاعون سے فوت ہوئے ہیں۔ تو طاعون کی وجہ سے کتنے آدمی احمدیت میں داخل ہوئے۔ یقیناً ہزارہا ایسے لوگ ہیں۔ جو طاعون کی وجہ سے ہماری جماعت میں شامل ہوئے اور ان کے لئے

احمدیت قبول کرنے کا محرک

یہی نشان ہوا۔ جو طاعون کی صورت میں دنیا پر ظاہر ہوا تھا۔ انہوں نے جب چاروں طرف موت دیکھی۔ تو انہوں نے سمجھ لیا کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور انہوں نے ضروری سمجھا۔ کہ آپ کی بیعت کر لیں چنانچہ ان دنوں اس کثرت سے بیعت کے خطوط آیا کرتے تھے۔ کہ ہر ڈاک میں ستر اسّی۔ سَو۔ بلکہ ڈیڑھ ڈیڑھ سو لوگوں کے بیعت کے خط ہوتے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ ہماری جماعت میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ ہیں۔ جو سارے نشانوں کو دیکھ کر احمدی ہوئے۔ اور ایک

طاعونی احمدی

ہیں۔ جو اکیلا طاعون کا نشان دیکھ کر احمدی ہوئے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ طاعونی احمدیوں کی تعداد دوسرے سارے نشانوں کو دیکھ کر احمدی ہونے والوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔

اب بتاؤ۔ ہماری جماعت میں سے اگر آٹھ دس سال کے عرصہ میں سو ڈیڑھ سو آدمی طاعون سے مر بھی گیا۔ تو اس سے احمدیوں کو نقصان کیا پہونچا؟

پس جو احمدی مرے۔ ان کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ عذاب سے ہلاک ہوئے۔ بلکہ ہم کہیں گے۔ کہ سنت اللہ کے ماتحت ایک وبار سے جہاں اور لوگ ہلاک ہوئے۔ وہاں بعض احمدی بھی فوت ہو گئے۔ مگر غیر احمدیوں کی طاعون سے تباہی کو ہم عذاب کہیں گے۔ کیونکہ وہ مرے بھی زیادہ۔ اور پھر ان کے آدمی بھی کٹ کر ہم میں آملے۔ گویا انہیں دو رنگ میں تباہی ہوئی۔ اور ہمیں دو رنگ میں فائدہ پہونچا۔ ان کے آدمی بھی زیادہ مرے۔ اور پھر زندہ رہنے والوں میں سے بھی بہت سے ہم میں آملے۔ اور ہمارے آدمی بھی کم مرے۔ اور ہماری جماعت میں غیر لوگ داخل بھی بہت ہوئے ۔

پس احمدیوں پر جو موت آئی۔ وہ ایک ابتلا تھا۔ مگر غیروں پر جو موت آئی۔ وہ ایک عذاب تھا۔ غرض اس قسم کے عذاب نبیوں کی موجودگی میں آسکتے ہیں ہاں

ایک اور قسم کا عذاب نبی کے سامنے نہیں آسکتا

اور وہ عذاب ہوتا ہے۔ جب ساری بستی کو تباہ و برباد کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان کا عذاب آیا۔ تو اس وقت منشاءِ الٰہی یہی تھا۔ کہ آپ اور آپ کی جماعت کے سوا جس قدر لوگ ہیں وہ سب غرق کر دیئے جائیں جس کا سامان اللہ تعالےٰ نے یہ کیا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ جس میں آپ اور آپ کے ساتھی سوار ہوکر بچ گئے۔ اور باقی سب غرق ہو گئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا اسی طرح

حضرت یونس علیہ السلام

کی قوم پر جب عذاب آیا۔ تو اس وقت اللہ تعالےٰ کا یہی فیصلہ تھا۔ کہ سب تباہ کر دیئے جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا۔ کہ اس بستی سے نکل جائیں گو بعد میں وہ لوگ توبہ کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے عذاب سے بچ گئے مگر بہر حال فیصلہ الٰہی یہی تھا۔ کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سب تباہ کر دیئے جاتے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اسی طرح لوط علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ اس بستی سے چلے جاؤ کیونکہ لوط کی ساری بستی کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ فیصلہ تھا۔ کہ اس کا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ پس جب وہ عذاب آتا ہے جس میں صرف نبیوں اور ان کی جماعتوں نے ہی بچنا ہوتا ہے۔ باقی سب کے متعلق یہی فیصلہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تباہ کر دیئے جائیں۔ تو اس وقت انبیاء اور ان کی جماعتوں کو الگ کر لیا جاتا ہے۔ اور ایسے سامان پیدا کر دیئے جاتے ہیں کہ جن کے نتیجہ میں باقی جس قدر لوگ ہوتے ہیں وہ تباہ ہو جاتے ہیں ۔

کوئی کہہ سکتا ہے ایسے موقعوں پر بھی خدا تعالےٰ کو یہ کیا ضرورت ہے کہ وہ انبیاء کو کسی اور جگہ چلے جانے کا حکم دے۔ وہ دوسرے لوگوں میں رہتے ہوئے بھی ان کو بچا سکتا ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ امر

اللہ تعالےٰ کی سنت

اور اس کے قانون کے خلاف ہے اور اگر اللہ تعالےٰ ایسا ہی کرتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ مثلاً حضرت لوط اور ان کے ساتھی جب اپنی بستی ہی میں رہتے اور عذاب کا وقت آ جاتا۔ تو اللہ تعالےٰ اور لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے تو زمین کا تختہ الٹ دیتا اور کروڑوں من مٹی ان پر گرا کر انہیں تباہ کر دیتا۔ جس قدر درخت تھے وہ گر جاتے جس قدر باغات تھے وہ اجڑ جاتے۔ جس قدر کنوئیں تھے وہ برباد ہو جاتے اور جسقدر مکانات تھے وہ پیوند خاک ہو جاتے۔ مگر جب وہی مٹی جس کے نیچے دب کر اور لوگ ہلاک ہوئے حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں پر گرتی۔ تو انہیں یوں محسوس ہوتا کہ گویا

روئی کے گالے

گر رہے ہیں یا حضرت نوحؑ کے زمانہ میں جب طوفان آتا تو سینکڑوں میل سیلاب ہی سیلاب ہوتا۔ مکانات ڈوبے ہوئے ہوتے۔ درختوں کی چوٹیوں تک پانی پہونچا ہوا ہوتا۔ مگر جب وہ پانی حضرت نوح اور ان کے ساتھیوں تک پہونچتا تو ان کے اردگرد حلقہ بنا لیتا۔ اور وہ خشکی میں بیٹھے رہتے۔ اب ایک طرف تو کئی سو فٹ بلند پانی کی دیواریں کھڑی ہوتیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ طوفان پہاڑ کی چوٹیوں تک پہونچ گیا تھا۔ مگر درمیان میں دس فٹ کی جگہ خالی ہوتی۔ جس میں حضرت نوح اور ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے ہوتے۔ یا پھر یہ صورت ہوتی کہ طوفان بے شک سب جگہ آ جاتا۔ مگر حضرت نوح اور ان کے ساتھی پانی پر اسی طرح چلتے پھرتے۔ جس طرح خشکی پر چلا جاتا ہے۔ اور ان کا تمام سامان بھی پانی پر اسی طرح محفوظ رہتا جس طرح خشکی پر رہتا ہے۔ اور یا پھر یہ صورت ہوتی۔ کہ ان کے مکانات پانی پر تیرنے لگ جاتے۔ اور وہ اپنے مکانوں میں مزے سے بیٹھے رہتے مگر

اس قسم کے معجزے خدا تعالےٰ کبھی نہیں دکھاتا

کیونکہ اس طرح نہ صرف اس کے قانون کی ہتک ہے۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں وہ غیب کا پردہ بھی اٹھ جاتا ہے۔ جس کا ایمانیات کے سلسلہ میں موجود رہنا ضروری ہے۔ پس جب بھی ایسا عذاب آئے۔ اللہ تعالےٰ اپنے انبیاء کو الگ کر لیا کرتا ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ اس بستی کو چھوڑ دو۔ اور جب انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ تو وہ تباہ کر دی گئی۔ کیونکہ اس وقت اس قوم پر ایک ایسا عذاب نازل ہونے والا تھا۔ جو نبی کی موجودگی میں نہیں آ سکتا تھا یہ معنی جو میں نے کئے ہیں یہ بالکل

درست اور واقعات کے مطابق

ہیں۔ مگر زیر بحث آیت میں یہ معنی بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں اور نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عدم موجودگی میں مکہ پر کوئی ایسا عذاب آیا۔ جس سے وہ نعوذ باللہ کلیتہً تباہ ہو گیا ہو بلکہ اس قسم کے عذاب کا مکہ کے متعلق امکان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مکہ کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اس کی عزت کو ہمیشہ قائم رکھا جائے گا اور وہاں حاجی ہمیشہ حج کے لئے جاتے رہیں گے۔ پس جب خدا نے کہا کہ

ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم تو ایک ہی عذاب ایسا ہو سکتا تھا جو نبی کی عدم موجودگی میں آ سکتا تھا مگر وہ عذاب ایسا ہے۔ جو مکہ میں کسی صورت میں نہیں آ سکتا کیونکہ اس کی حفاظت کا خدا تعالےٰ کی طرف سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے وعدہ کیا ہوا ہے پس اس آیت میں نہ تو ایسے عذابوں کا ذکر ہے جو نبی کی موجودگی میں آ سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسے عذاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر آئے اور نہ ایسے عذابوں کا اس میں ذکر ہے۔ جو نبی کی موجودگی میں نہیں آ سکتے یعنی جن سے کفار اور ان کے مقامات کو کلی طور پر تباہ کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی تباہی مکہ پر آ ہی نہیں سکتی تھی۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس آیت کے معنی کیا ہوئے؟

یہ سوال نہایت اہم ہے اور ایسے سوالات میں سے ہے۔ جو ان ہی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں جو قرآن کریم پر غور کرنے کے عادی ہیں۔ چنانچہ مدت ہوئی میرے دل میں بھی یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ یہ عجیب بات ہے کہ عذاب کی جو دو قسمیں ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے کسی ایک پر بھی یہ آیت چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ شخصی عذاب یا ایسے قومی عذاب جن سے ساری قوم یا بستی تباہ نہیں کی جاتی۔ وہ اس آیت میں اس وجہ سے مراد نہیں۔ کہ اس قسم کے عذاب اہل مکہ پر آئے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان میں موجود تھے۔ حالانکہ خدا یہ کہتا ہے۔ کہ تیری موجودگی میں عذاب ان پر نہیں آ سکتا اسی طرح وہ عذاب بھی مراد نہیں جو بعض پہلے انبیاء کی قوموں پر آئے جن سے اللہ تعالےٰ نے ساری قوم اور شہر کو تباہ کر دیا۔ کیونکہ

مکہ کی تقدیس

اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ وہاں اس قسم کا عذاب نہ آئے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ کہ وہ مکہ کو قیامت تک عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اس بات کا یقینی ثبوت تھا۔ کہ ایسا عذاب مکہ پر نہیں آ سکتا۔ نہ اس وقت جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس میں موجود ہوں۔ اور نہ اس وقت جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس میں موجود نہ ہوں۔ کیونکہ مکہ نے خدا کے فضل سے کبھی تباہ ہونا ہی نہیں۔ اور اسکے متعلق پہلی کتابوں میں بھی کئی پیشگوئیاں تھیں۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے بالکل قریب اللہ تعالےٰ نے مکہ کو جو محفوظ رکھا وہ بھی اسی پیشگوئی اور وعدے کے مطابق تھا۔ میری مراد ابرھہ کے حملے سے ہے۔ جب وہ حملہ کے ارادہ سے آیا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت پیدا ہو چکے تھے۔ صرف چالیس پچاس دن کے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بہر حال وہ آپکی نبوت کا زمانہ نہیں تھا۔ سورہ فیل میں اللہ تعالےٰ نے اسی واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ابرھہ جب لشکر لیکر آیا تو اللہ تعالےٰ نے اس پر ایسا عذاب نازل کیا کہ لشکر میں چیچک پھوٹ پڑی اور چند دنوں میں ہی ہزاروں آدمی گر گئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ قوم چونکہ مشرک تھی اس لئے مومنوں کی کثرت کو دیکھ کر بھاگ نکلی۔ اور ہزاروں لاشیں ان کی وہاں پڑی رہیں۔ جن کی بوٹیاں چیلوں اور گدھوں نے کنگروں اور پتھروں پر مار مار کر کھائیں۔ تو قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ یہ خبر دی جا چکی ہے کہ

مکہ تباہ نہیں ہوگا

بلکہ ہمیشہ امن کا مقام رہے گا۔ اب جس مقام کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں امن رہے گا۔ اور جس مقام کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کبھی تباہ نہیں ہوگا۔ اس مقام پر جب وہ عذاب آ ہی نہیں سکتا جو انبیاء کی عدم موجودگی میں آیا کرتا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر اس آیت سے مراد کیا ہے؟

جب یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی ایک اور صورت ہمارے ذہن میں آ جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس سے مراد آیا کوئی ایسا عذاب تو نہیں جس کے متعلق یہ پیشگوئی ہو کہ وہ اہل مکہ پہ اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود ہوں۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں عام عذاب نبی کی موجودگی میں بھی آسکتے ہیں۔ اور وہ خاص عذاب جس کے نتیجہ میں کسی قوم کی کلی ہلاکت مقدر ہو وہ اُسوقت تک نہیں آسکتا جب تک نبی کسی علیحدہ مقام میں نہ چلا جائے۔ مگر اس قسم کا عذاب مکہ پر کسی صورت میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ مکہ کی حفاظت کا خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ تھا۔ پس اب یہی صورت رہ جاتی ہے۔ کہ اس عذاب سے کوئی ایسا عذاب مراد ہو جو مکہ پہ آ تو سکتا تھا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ پیشگوئیوں کے رو سے وہ عذاب اسی صورت میں آسکتا تھا۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہاں نہ ہوں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی نبی کسی کے متعلق کہہ دے کہ فلاں شخص کی موت میرے مرنے کے بعد ہوگی۔ اب محض اس کی موت سے یہ پیشگوئی سچی ثابت نہیں ہوگی۔ بلکہ پیشگوئی اُسوقت سچی ثابت ہوگی جب اس کی موت اس نبی کی وفات کے بعد ہو۔ اسی طرح جب کسی خاص عذاب کے متعلق کہا جائے کہ وہ نبی کی موجودگی میں نہیں آسکتا تو وہ اسی صورت میں

نبی کی صداقت کا ثبوت

بن سکتا ہے۔ جب نبی کی عدم موجودگی میں آئے۔ اور اگر اس کی موجودگی میں آ جائے تو وہ اس کی صداقت کا نشان نہیں بن سکیگا

پس اس صورت کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ آیا مکہ والوں کیلئے کوئی ایسا عذاب مقدر تھا جس کی شرط یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت مکہ میں موجود نہیں ہونگے تب عذاب آئیگا۔ ورنہ جب تک آپ ان میں موجود رہیں گے وہ عذاب نہیں آئیگا۔ یہ بات معلوم کرنے کے لئے جب ہم انہی آیتوں پر جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں غور کرتے ہیں تو انہی میں ہمیں اس کی طرف راہنمائی حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ اُسوقت کو یاد کر جب مکہ کے کافر تیرے متعلق تدبیریں کر رہے تھے لِيُثْبِتُوْكَ تاکہ وہ تجھے قید کر دیں اَوْ يَقْتُلُوْكَ یا تجھے قتل کر دیں۔ اَوْ يُخْرِجُوْكَ یا تجھے شہر میں سے نکال دیں یہ وہ تین تدبیریں تھیں جو کفار مکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کر رہے تھے۔ کہ یا وہ آپکو قید کر دیں۔ یا قتل کر دیں یا اپنے شہر سے نکال دیں۔ اگر آپکو وہ قید کر دیتے تو بھی آپ مکہ میں ہی رہتے۔ اور اگر قتل کر دیتے۔ تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں کہیں بھی نہ ہوتے نہ مکہ میں ہوتے نہ کہیں اور بلکہ آپ فوت ہو چکے ہوتے۔ البتہ تیسری صورت یہ تھی کہ وہ آپ کو مکہ سے نکال دیں اور آپکو مجبور ہو کر کسی اور جگہ جانا پڑے۔ اس صورت میں بیشک اہل مکہ پر وہ عذاب آسکتا تھا جس کا آنا اسوقت مقدر تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ چونکہ ہماری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آ چکی تھی کہ لوگ تجھے اپنے وطن سے نکال دیں گے۔ اس لئے

قید اور قتل والی تدبیریں

ہمارے مقصد کو حل نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ اخراج والی صورت ہی ایسی تھی جس سے ہماری پیشگوئی پوری ہو سکتی تھی۔ اگر وہ قتل کر دیتے تو سلسلہ ہی تباہ ہو جاتا اور وہ غرض فوت ہو جاتی جسکے لئے ہم نے تجھ کو مبعوث فرمایا تھا۔ اور اگر تجھ کو قید کر دیتے تو بھی تو مکہ میں ہی رہتا مکہ سے باہر نہ جاتا صرف ایک ہی صورت تھی جس سے ہماری پیشگوئی پوری ہو سکتی تھی اور وہ یہ کہ وہ تجھے یہاں سے نکال دیتے۔ چنانچہ فرمایا وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں یا یہاں سے نکال دیں اور خدا کی تدبیریں انہیں اس طرف چلا رہی تھیں کہ پہلی دو باتوں کیلئے ان کی کوششیں ناکام رہیں۔ لیکن آخری صورت پر جو اخراج والی ہے وہ عمل کریں وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ اور آخر خدا کی تدبیر ہی غالب آئی اور انہیں اس بات کی توفیق نہ ملی کہ وہ آپ کو قید کر دیں۔ اور نہ انہیں اس بات کی توفیق ملی کہ وہ آپکو قتل کر دیں۔ گو یہ دونوں باتیں ان کے لئے زیادہ آسان تھیں بلکہ

ان کی تمام کوششوں کا نتیجہ

آخری امر نکلا یعنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ اور آپ کے مکہ سے نکلنے پر کفار خوش ہو گئے کہ چلو اچھا ہوا مصیبت ٹل گئی۔ اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ ہم چاہتے تھے کہ اسے قید کر دیں مگر ویسا نہ کر سکے۔ پھر ہم چاہتے تھے کہ اسے قتل کر دیں مگر ایسا بھی نہ کر سکے۔ پھر ہم چاہتے تھے کہ اسے اپنے شہر سے باہر نکال دیں۔ تا اس کا اثر ہمارے نوجوانوں پر نہ پڑے اور باہر سے آنیوالے حاجی اس کے اثر کو قبول نہ کریں۔ اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ ان کی خوشی باطل ہے اور یہ کہ درحقیقت انہوں نے خدا تعالےٰ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ (قصص رکوع ۹) یعنے ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم وہ جس نے تجھ پر قرآن کے احکام فرض کئے ہیں۔ ایک دن پھر تجھے اس مرجع عالم مقام یعنے مکہ کی طرف واپس لے آئیگا۔ سورہ قصص مکی ہے۔ پس اس آیت میں اول ہجرت اور پھر مکہ میں کامیاب داخلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح سورہ بلد میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ (سورۃ البلد رکوع ۱) یعنے کفار اپنے دعووں میں جھوٹے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ہم شہادت کو پیش کرتے ہیں۔ کہ شہر کو اس حالت میں کہ تو پھر اس شہر میں کامیاب طور پر داخل ہوگا۔ ان آیات سے ہجرت اور پھر دوبارہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ ثابت ہے۔ اور اس کے سوا اور کئی آیات اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔ کتب سابقہ میں بھی یہ پیشگوئی موجود ہے۔ چنانچہ یسعیاہ باب ۲۱ میں لکھا ہے "عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے دوانیوں کے قافلو پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے باقی لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا"

(آیت ۱۳ تا ۱۷)

اس پیشگوئی میں

ہجرت اور جنگ بدر کا نقشہ

کھینچا گیا ہے۔ اول تو رسول کریم کے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں جانے کی خبر دی گئی ہے اور پھر بتایا ہے کہ اس کے ایک سال بعد آپ کے اور آپ کے دشمنوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ جس میں دشمن شکست کھائیں گے۔ اور بھاگ نکلیں گے۔ اور وہ جو محمد رسول اللہ پر آپ کے بھاگ جانیکا الزام لگاتے تھے اپنے لاؤ لشکر کی موجودگی میں پیٹھ دکھائیں گے۔ اور پھر اس حال میں کہ کمانڈر اور ان کے جرنیلوں کی لاشیں میدان جنگ میں پڑی رہ جائیں گی۔ اور آخر وادی مکہ اپنے جرنیلوں کو کھو کر اپنی اس شوکت کو کھو بیٹھے گی جو اس سے پہلے اسے حاصل تھی

اسی طرح تورات میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ محمد رسول اللہ مکہ سے نکالے جا کر پھر فاتحانہ مکہ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ استثنا باب ۳۳ میں لکھا ہے "فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت انکے لئے تھی آیت ۲" فاران کے پہاڑ مکہ کے گرد کے پہاڑ ہیں اور فاران کی وادی مکہ کی وادی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس اس پیشگوئی میں بتایا گیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ میں اس طرح داخل ہونگے کہ ان کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہوگی۔ آتشی شریعت سے مراد دلوں کو صاف کرنے والی شریعت بھی ہو سکتی ہے اور موقعہ کے مناسب اس کے معنے تلوار کے بھی ہو سکتے ہیں کہ جب مکہ والے قرآن کی حکومت کو جو رحمت کا پیغام تھا قبول نہ کریں گے۔ بلکہ اسے مٹانے کی کوشش کرینگے تو پھر اللہ تعالیٰ محمد رسول اللہ کے ہاتھ میں آتشی شریعت یعنی تلوار دیگا اور آخر مکہ کے لوگ تلوار کے آگے اپنے سر جھکا دینگے ان پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ کے مکہ سے نکل جانے کے بعد مکہ والوں پر یہ عذاب آنا تھا کہ ان کی حکومت جاتی رہنی تھی اور ان کے بڑے بڑے سرداروں نے مارا جانا تھا۔ میرے نزدیک ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم میں اسی عذاب کی طرف اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار محمد رسول اللہ کو نکال کر خوش تھے۔ کہ ہم نے محمد رسول اللہ کو مکہ سے نکال کر نعوذ باللہ ذلیل کر دیا مگر درحقیقت انہوں نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے اور اپنے لئے عذاب کا راستہ کھول دیا ہے چنانچہ اس کا پہلا ظہور ابوجہل کی بددعا سے جسے اس آیت سے پہلے نقل کیا گیا ہے اور پھر اس کے پورا ہونے سے ہوا ہے اور بقیہ ظہور بعد میں ہونگے۔ بائیبل میں جو پیشگوئی ہے اس میں بھی بھاگنے والے کے الفاظ ہیں اور بھاگتا وہیں سے جاتا ہے جہاں لوگ ظلم و ستم کرتے ہوں اور امن و آرام کے ساتھ رہنے نہ دیتے ہوں اسی طرح رگ وید میں بھی یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ دو بھاگنے والے بھاگینگے اور خدا ان کی حفاظت کرے گا جس سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ پس

یہ پیشگوئی متعدد کتابوں میں

پائی جاتی تھی کہ ایک عظیم الشان نبی آئیگا بلکہ تورات میں تو عرب کا نام بھی لیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ نبی عرب میں آئیگا پھر اس کے شہر کے لوگ اس پر ظلم کرینگے اور اسے وہاں سے بھاگنا پڑے گا۔

اس پیشگوئی کا اس امر سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی۔ تو آپ گھبرا گئے اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا وہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو صحف انبیاء سے خوب واقف تھا اور کہا کہ ان کے پاس اپنی حالت کا ذکر کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں باتیں بتائیں کہ کس طرح ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔ تو ورقہ بن نوفل نے کہا کاش میں اس وقت جوان ہوتا اذ یخرجک قومک جب تیری قوم تجھے مکہ سے نکال دے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحف سابقہ کی یہ پیشگوئیاں ان کے ذہن میں تھیں۔ کہ عرب میں ایک عظیم الشان نبی پیدا ہوگا جسے اس کی قوم کے لوگ اپنے شہر میں سے نکال دیں گے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو آپ سخت حیران ہوئے کیونکہ اس وقت تک ابھی آپ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور سارا عرب آپ کو راستباز اور امین سمجھتا اور آپ کو عزت کے مقام پر بٹھاتا تھا چنانچہ اسی حیرت کے عالم میں آپ نے ورقہ بن نوفل سے کہا او مخرجی ھم کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔ انہوں نے کہا ہاں ضرور نکال دے گی۔ تو یہ ایک ایسی پیشگوئی تھی جو

متعدد بار الہٰی کتابوں میں

آچکی تھی اور اس کی طرف پہلے ہی واقف لوگوں کے ذہن منتقل تھے چنانچہ ورقہ بن نوفل نے اپنی گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بھی لیا اور کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر وحی لایا کرتا تھا تو پہلی کتابوں میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس پیشگوئی کا ذکر تھا کہ عرب میں ایک عظیم الشان نبی آئے گا جو موسیٰ کا مثیل ہوگا۔ اس کی قوم کے لوگ اسے اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ پھر وہ کسی اور مقام میں پناہ لے گا اور وہاں سے طاقت حاصل کرکے مکہ کو فتح کرے گا

قرآن کریم میں بھی لرآدک الی معاد اور انت حل بھذا البلد وغیرہ الفاظ میں مختصراً اور متعدد دوسرے مقامات میں تفصیلاً یہ پیشگوئی بیان کی جا چکی تھی۔ اور ایسی حالت میں کی جا چکی تھی کہ ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں تھے اور یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مکہ کے لوگ کسی وقت آپ کو اپنے شہر میں سے نکال دیں گے۔ مگر بہر حال اللہ تعالیٰ یہ خبر دے چکا تھا کہ کفار پہلے آپ کو مکہ سے نکالیں گے اور اس کے بعد خدا آپ کو فاتح کی حیثیت میں مکہ میں لائے گا۔ یہ پیشگوئی تھی جس کا پورا ہونا مقدر تھا اور اس پیشگوئی کا پورا ہونا

مکہ والوں کے لئے بہت بڑا عذاب

تھا۔ کیونکہ مکہ والے اپنے آپ کو عرب کا حاکم اور سردار سمجھتے اور مکہ کو ہی دارالخلافہ سمجھتے تھے مگر جب ان پر یہ عذاب نازل ہوا اور مکہ فتح ہو گیا تو اس کے بعد دارالخلافہ ہمیشہ کے لئے مدینہ رہا گویا دارالخلافہ والی عزت جو مکہ کو حاصل تھی وہ چھین لی گئی۔ البتہ حج والی برکات وہاں بدستور قائم رہیں اور قیامت تک قائم رہیں گی۔ مگر اسلام کا مرکز ہونے اور دنیوی نظام کا مرجع ہونے کا شرف مکہ کو پھر حاصل نہ ہو سکا نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر مکہ میں رہائش کے لئے واپس آئے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم آئے۔ بلکہ انہوں نے مدینہ کو ہی اپنا دارالخلافہ بنائے رکھا اس کے بعد مسلمان مدینہ سے نکلے تو انہوں نے دمشق کو مرکز بنایا۔ دمشق سے نکلے تو بغداد کو مرکز بنایا۔ بغداد سے نکلے تو مصر کو مرکز بنایا مصر سے نکلے تو استنبول کو مرکز بنایا مگر اسلام کا مرکز نہ آیا تو مکہ میں نہ آیا۔ پس اس قوم کی حکومت کی تباہی و بربادی۔ اس کے افسروں کا مارا جانا۔ ان کی عزتوں کا خاک میں مل جانا اور ان کی وجاہتوں کا خاتمہ ہو جانا یہ عذاب تھا جس کا اہل مکہ پر آنا مقدر تھا مگر یہ عذاب اسی وقت آ سکتا تھا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اپنے شہر میں سے نکال دیں۔ اس کے بغیر یہ عذاب آ ہی نہیں سکتا تھا کیونکہ پیشگوئی یہی تھی کہ وہ اپنے نبی کو شہر میں سے نکالینگے تب ان پر عذاب آئے گا۔ پس یہ وہ عذاب تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر آ ہی نہیں سکتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ ان آیات میں فرماتا ہے کہ مکہ والے تین تدبیریں کر رہے تھے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا شہر میں سے نکال دیں۔ وہ تدبیریں ہمارے منشا کو پورا کرنے والی نہیں تھیں۔ ہمارا منشا اسی صورت میں پورا ہو سکتا تھا۔ جب وہ آپ کو اپنے شہر میں سے نکال دیں۔ تب ہم نے بھی تدبیر کی اور مکہ والوں کو اس رنگ میں چلایا کہ وہ محمد صلعم کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور ان کی آنکھوں کے سامنے محمد رسول اللہ کو مکہ سے نکال کر مدینہ پہنچا دیا۔ اگو رسول کریم خود نکلے لیکن اس کا موجب کفار کا قتل کا منصوبہ تھا ورنہ آپ نکلنا نہ چاہتے تھے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے مکہ میں داخل ہونے کی پہلی بنیاد کب پڑی سو مکہ میں داخل ہونے کی

پہلی بنیاد جنگ بدر میں

ہی پڑی۔ اور اس جنگ میں ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر وہ عذاب آیا۔ جس نے ان کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا۔ کیونکہ بدر کے میدان میں ابوجہل نے یہ دعا کی تھی کہ اے خدا اگر اسلام تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برسا یا ہمیں دردناک دکھ کے عذاب میں مبتلا کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے نتیجہ میں وہ عذاب ان پر نازل کر دیا اور اس طرح اس دوسرے عذاب کی بنیاد ڈال دی۔ جو اس کے بعد فتح مکہ کی صورت میں ان پر آنے والا تھا کیونکہ اس عذاب کے متعلق یہ پیشگوئی تھی کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکالے جائیں گے۔ اور پھر مدینہ سے آکر مکہ پر حملہ کریں گے۔ اور اہل مکہ کی رہی سہی طاقت کو بالکل توڑ دیں گے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور آپ نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کو فتح کر لیا۔ اب دیکھو اس عذاب کے ذکر کا محل اور موقع بالکل صاف

146

معلوم ہو گیا۔ اور ان آیتوں میں کوئی بھی ایسی بات نہ رہی جس کا سمجھنا کسی کے لئے مشکل ہو۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ مکہ والوں پر جو یہ عذاب آیا وہ ان کے لئے نہایت ہی دردناک تھا۔ مکہ کے رؤساء کو لوگوں میں اس قسم کی عزت اور عظمت حاصل تھی۔ کہ لوگ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور ان کے احسانات بھی لوگوں پر اس کثرت کے ساتھ تھے۔ کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔

ان کی اس عظمت کا پتہ

اس واقعہ سے لگ سکتا ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جس سردار کو مکہ والوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا اس نے باتوں باتوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا دیا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے زور سے اپنی تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو مت لگا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تا معلوم کرے کہ یہ کون شخص ہے۔ جس نے میرے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا ہے۔ صحابہ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی صرف آنکھیں اور اس کے حلقے ہی دکھائی دیتے تھے وہ تھوڑی دیر غور کر کے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ کیا تم فلاں شخص ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں میں نے فلاں موقع پر تمہارے خاندان کو فلاں مصیبت سے نجات دی اور فلاں موقع پر تم پر فلاں احسان کیا۔ کیا تم میرے سامنے بولتے ہو! اب تو احسان فراموشی کا مادہ لوگوں میں اسقدر عام ہو چکا ہے۔ کہ کسی پر شام کو احسان کرو تو صبح کو وہ بھول جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کیا میں اب ساری عمر اس کا غلام بنا رہوں۔ وہ ساری عمر کی غلامی چھوڑ ایک رات کی احسان کی قدر تک برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر عربوں میں احسان مندی کا جذبہ بدرجہ کمال پایا جاتا تھا۔ اب یہ ایک نہایت ہی نازک موقع تھا۔ مگر جب اس نے اپنے احسانات گنوائے تو اس صحابی کی نظریں زمین میں گڑ گئیں اور وہ شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس پر پھر اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنی شروع کر دیں اور کہا میں عرب کا باپ ہوں۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں۔ کہ تم اپنی قوم کی عزت رکھ لو۔ اور دیکھو یہ جو تمہارے ارد گرد جمع ہیں یہ تو مصیبت آنے پر فوراً بھاگ جائیں گے اور تمہارے کام آخر تمہاری قوم ہی آئیگی۔ پس کیوں اپنی قوم کو ذلیل کرتے ہو۔ میں عرب کا باپ ہوں تم میری بات مان لو اور جس طرح میں کہتا ہوں۔ اسی طرح عمرہ کئے بغیر واپس چلے جاؤ۔ اسی دوران میں اس نے اپنی بات پر زور دینے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے منوانے کی خاطر آپ کی ریش مبارک کو پھر ہاتھ لگا دیا اور گو آپ کی ریش مبارک کو اس کا ہاتھ لگانا لجاجت کے رنگ میں تھا اور اس لئے تھا۔ کہ آپ سے وہ اپنی بات منوائے مگر چونکہ اس میں تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا تھا۔ اس لئے صحابہ رضہ اسے برداشت نہ کر سکے اور جونہی اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگایا پھر کسی شخص نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا۔ اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف مت بڑھا۔ اس نے پھر آنکھ اٹھائی۔ اور غور سے دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے جس نے مجھے روکا۔ اور آخر پہچان کر اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں اور کہا۔ ابوبکر۔ میں مانتا ہوں کہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔ پس وہ دوسروں پر اسقدر احسانات کرنے والی قوم تھی۔ کہ سوائے حضرت ابوبکر رضہ کے جس قدر انصار اور مہاجر وہاں تھے۔ ان سب پر اس ایک رئیس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضہ کے سوا اور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی۔ کہ وہ اس کے ہاتھ کو روک سکے۔ اب ایک تو وہ زمانہ تھا۔ کہ اہل مکہ کو اس قدر عزت حاصل تھی کہ ان کا ایک سردار رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتا اور آپ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا کر کہتا ہے۔ میں عرب کا باپ ہوں۔ میری بات مان لو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کی بات کا انکار نہیں کرتے اور جب وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا ہے تو سوائے حضرت ابوبکر رضہ کے اور کوئی صحابی جرأت نہیں کر سکتا کہ اسے روکے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر رؤساء مکہ کا کوئی نہ کوئی احسان تھا مگر پھر وہ زمانہ آیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک دفعہ حضرت عمر رضہ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو حج کے بعد آپ کی ملاقات کے لئے لوگوں نے آنا شروع کر دیا۔ انہی ملاقاتیوں میں مکہ کے رؤساء اور سرداران قریش کے بعض لڑکے بھی تھے۔ حضرت عمر رضہ نے ان کو عزت سے بٹھایا اور ان سے مختلف باتیں پوچھتے رہے۔ اتنے میں ایک غلام صحابی آیا وہی غلام جو ابتدائے اسلام میں ان رؤساء عرب اور سرداران قریش کے باپ دادا کی جوتیاں کھایا کرتا تھا۔ جسے وہ گلیوں میں گھسیٹتے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مار مار کر زخمی کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان نوجوانوں سے کہا

ذرا پیچھے ہٹ جاؤ

یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں وہ پیچھے ہٹ گئے اور وہ صحابی قریب ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرنے لگ گیا۔ اتنے میں ایک اور صحابی آ گیا۔ حضرت عمر رضہ نے پھر ان نوجوانوں سے کہا ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور ان کے لئے جگہ چھوڑ دو یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ نوجوان پھر پیچھے ہٹ گئے۔ مگر اسی دوران میں تیسرا صحابی آ گیا اور حضرت عمر رضہ نے ان سے پھر کہا۔ کہ ان کے لئے جگہ خالی کر دو۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ چونکہ حج کے ایام تھے اس لئے یکے بعد دیگرے کئی صحابہ آتے چلے گئے۔ جن میں سے کئی ان رؤساء کے یا ان کے باپوں کے غلام تھے۔ اور حضرت عمر رضہ ہر صحابی کے آنے پر ان نوجوانوں سے یہی کہتے کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دو یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ جوتیوں تک جا پہنچے یہ دیکھ کر وہ اس مجلس سے اٹھ کر باہر آ گئے۔ اور ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا کیا کبھی یہ خیال بھی ہو سکتا تھا۔ کہ ہم کسی زمانہ میں اس قدر ذلیل ہو جائیں گے کہ وہ لوگ جو ہماری جوتیاں اٹھانا اپنا لئے فخر کا موجب سمجھا کرتے تھے مجلس میں ایک ایک کر کے ہم سے آگے بٹھائے جائیں گے اور ہمیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ہم جوتیوں تک جا پہنچیں گے۔ گویا وہ جو ذلیل تھے معزز ہو گئے اور ہم جو معزز تھے ذلیل ہو گئے۔ یہ تمام نوجوان اگرچہ ایماندار تھے مگر غصہ اور جوش میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ لیکن ان میں سے ایک نوجوان جس کا ایمان بہت زیادہ مضبوط تھا وہ کہنے لگا۔ بھائی تم نے بات تو ٹھیک کہی مگر اس کا ذمہ وار کون ہے اور کس نے ہمارے باپ دادا سے کہا تھا۔ کہ وہ محمد رسول اللہ کا انکار کر دیں۔ انہوں نے چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شدید مخالفت کی تھی۔ اس لئے آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم مجلس میں پیچھے ہٹا دیئے گئے مگر وہ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی جنہوں نے اپنی جانیں اور اپنے اموال آپ کی راہ میں قربان کر دیئے ان میں سے گو بہت سے مارے گئے مگر اب جو باقی ہیں ان کا حق ہے کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کو ہم سے زیادہ ادب کے مقام پر بٹھایا جائے۔ انہوں نے کہا یہ بات تو تسلیم کی مگر کیا اب اس ذلت کو مٹانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں اور کیا کوئی ایسی قربانی نہیں جو اس گناہ کا کفارہ ہو سکے۔۔

رشتہ درکار ہے

ایک صاحب نہایت درجہ نیک مولوی فاضل و میٹرک صاحب جائیداد وجاہت مند قوم قریشی عمر اندازاً ۲۳ سال ملازم (نجی) ساکن ضلع سیالکوٹ کے لئے رشتہ درکار ہے۔ جو معمولی تعلیم اور مخلص خاندان سے تعلق رکھتی ہو۔

(شیخ) محمد عبداللہ متصل محلہ اسلام آباد ملتان چھاؤنی

خواجہ برادرز جنرل مرچنٹس انارکلی لاہور نزد دھنی رام چوک
ہر قسم کا آرائشی سامان اور سولا ہیٹ کی خرید کے لئے ایک نہایت قابل اعتماد دوکان ہے۔ (مینجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah